

مثنوی سرود بخودی

۱۲۱

ڈاکٹر عشرت الٰہ

قیمت دو روپے

ہر کسے از یک خودی در صد سخن
خوش بروں آئے ز تاریخ کہن
(انوس)

ملے کا پتہ

ڈاکٹر عشرت حسن الودہم عالی رتو
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۹۵۴ء
منہ اشاعت

اگرہ اخبار پریس گروپ شذ

تعداد طباعت ۵۰۰

فهرست مضامین

ردیف	عنوانات	صفحه
۱	پیکش	۱
۲	دیباچه	۲
۳	گذارش پاس	۳
۴	تهنید	۴
۵	بخواند کتاب	۵
۶	حرفه از ذوق و شوق خویش	۶
۷	شکایت درد محبت آمیز خویش بمحمود باری تعالی	۷
۸	اشک خوں به یاد درد انسان	۸
۹	مناجات شیون را	۹
۱۰	در بیان آنکه سر مشق چیست و لذت عشق در پیخودی میسر گردد	۱۰
۱۱	در بیان آنکه عشق تلفیق به فنا میکند لیکن این فنا هر شک قناعت است	۱۱
۱۲	در بیان آنکه ذوق و شوق عشق را لازم است که طالب را	۱۲
۱۳	بنخود سر مست و فاساد	۱۳

صفحہ	عنوانات	عدد شمار
۶۴	دریں معنی کہ فطرت انسان چسپیت و جمیع رنجها از ناشناسی فطرت خود بہ انسان می رسند	۲۱
۶۶	در بیان آن کہ روز فردا انقلاب عظیم در طرز فکر انسان واقع خواهد شد و ہر کسے برائے ہر کسے خواهد سوخت	۲۲
۶۸	در بیان آن کہ اگر در عشق خداوندی بخودی میسر گردد عشق بنی نوع انسان بہست آید و سوزش دیگر پیدا کند	۲۳
۷۱	در بیان آن کہ چوں انسان خودی در ذریہ است خطر بایع عظیم بنی نوع انسان را در پیش اند	۲۴
۷۳	در بیان آن کہ اساس ملت نفع انسان را خودی ممکن نتواند شد زیر کہ جزو را خودی ملقمم است و کل را این حالت میسر نیاید بسبب آن کہ او مقابل غیرے نشود و جمیع ملل را اشتعل باشد	۲۵
۷۵	دریں معنی کہ اساس سیاست فردا بر محبت عالمگیر خواهد شد و دریں حال تنقیض خودی لازم است	۲۶
۷۷	فَاٰتٰی شَاٰعِرَ اللّٰهِ جَعَلَكُمْ اٰمَةً لِّیْ اٰیٰتِہٖ	۲۷
۷۹	در بیان آن کہ ہیج ملت بے تصور مخصوص بطور نہ پذیرد دولت انسان فردا را اقرار و جوہاری تھالی نگنیا و نخواہد شد	۲۸
۸۲	در بیان آن کہ اسوۂ حسنہ محمد میا را خلاق انسان فردا خواہد شد	۲۹

ب

ردیف شمار	موضوعات	صفحہ
۱۳	در این معنی که خودی و بخودی هر دو از احوال مشتق اند و لے خودی در حالت نزول پیدا میشود و بخودی برعکس آن	۴۳
۱۴	در بیان آن که خودی به ممکن و قهراً از تلقین کند و بخودی به اضطرار و ذوق عمل	۴۵
۱۵	در بیان آن که انکشاف حقیقت از وسیله بخودی باشد و خودی و در آن حصول موافق نیاید و مانع افتد	۴۸
۱۶	در بیان آن که بنیاد ملک و ملت بر خودی باشد و پس تازمانه لا بقا بوجود آید و لے جمیع تنازعات در بخودی گم شود و منظر بلند به حصول آید	۵۲
۱۷	در بیان آن که اقتضای خودی عدد و بندی وطن و آئین از قوم و ملک باشد و فلسفه بی الاقوام را نفی کردن است	۵۴
۱۸	در بیان آن که احساس خودی از انکشاف وقت و زمان پیدا میشود	۵۷
۱۹	در بیان آن که تعمیر عالم نواز بخودی باید و اگر چنین نشود ویرانی و خرابی و جنگ ناگهبر و بیکر لازم خواهد شد	۵۹
۲۰	در بیان آن که جمع آرزو با منقسم به دو حالت انسیکی متعلق به خود و آن آرزوئے دیگر متعلق به دیگران که از عذبه خدمت خلق موسوم است و محتاج به خودی نیست	۶۲

پیش کش

بمختصر

سلطان ابن خوارزمشاه رحمة الله عليه خجندی

خراب نرگس مستانه توام که نهید
(عربی) هزار شیوه مستی بطبع هوشتاری

گدائے در

احقر

عشرت انور

ردیف	عنوانات	صفحہ
۳۰	دربیان اُس کہ اخلاق محمدؐ تثنیئے برائے نوع انسان باشد و پیری اُس برائے نوع انسان ملتمس است	۸۵
۳۱	دربیان اُس کہ لائق عمل نبی نوع انسان فردا اسلام خواهد شد	۸۹
۳۲	دربیان اُس کہ حاکم پیام محمدؐ تا ہنوز حاصل نشده است و زیرا کہ اسلام لائق عمل باشد برائے نوع انسان پس غلط است برائے مسلمان کہ خویش را اپند ملت محدود شمار و نوع انسان را در خود نہ بیند	۹۱
۳۳	پس چه باید کرد اے انسان نو	۹۵
۳۴	یادہ تلخ دا انتخاب غزلیات	۹۹

دیباچہ

یہ تیسویں اقبالؒ کے فلسفہ خودی کے جواب میں لکھی گئی ہے، مقصود اس کا کسی طرح بھی بیان حسن طبیعت نہیں بلکہ گزارش احوال واقعی کے طور پر مدیہ ناظرین ہے، اس سے اگر آئندہ کیلئے آئندہ آئیوا لوں اور کام کر نیوالوں کی کوششوں سے ایک نئے طرز فکر کی بنیاد پڑ سکے تو میں اس محنت کو محنت بے فائدہ نہ سمجھوں گا اور لذت و تنام میں سعی لذت احسان مندی محسوس کروں گا۔

زندگی ابتدائی منازل میں فی الحقیقت خودی، خود بینی، خود تناسی، خود آگاہی اور خود پرستی وغیرہ پر منحصر ہے، اور ایسا ہونا ہی آئندہ مراتب اور ارتقاء کا موجب ہوتا ہے لیکن اگر اس کی کل وسوسوں کا اندازہ کیا جائے اور اس کی تمام ارتقائی ماحول کا صحیح طور پر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو کہ ارتقائی منازل میں قدم قدم پر خودی فنا ہو کر بخود ہی کے لئے راستہ پیدا کرتی ہے، شاید یہ اسی حقیقت کا اور ایک تقاضا جس نے اقبالؒ کو اسرار خودی کے بعد نور بخود ہی لکھنے پر مجبور کیا۔

سیلٹے نے عیسائیت کے خلاف فلسفہ خودی کی اس لئے تلقین کی تھی کہ یورپ کے مردہ جسم میں زندگی کا نیا خون دوڑ سکے اور یہ حقیقت ہے کہ خودی کا فلسفہ زندگی کی گرمی پیدا کرنے کے لئے از بس ضروری ہے بھی۔ لیکن یہ بھی زندگی کے لئے خودی ہی میں مقصود نہیں اور نہ ہونا چاہئے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ کھانا پینا زندگی کیلئے از بس لازم ہے اور اس کے بغیر قیام زندگی مشکل ہی میں بلکہ ناممکن ہوتا ہے مگر ایسا ہم اکل و شرب ہی زندگی کی غرض و نغایت نہیں ہے اور نہ ہونا مناسب ہے۔

سیلٹے کے فلسفہ میں ہی نوع انسان کے لئے جو بھلاہ اثرات مضر تھے ان کا

گزار سکے اور ایک ایسا نظام عالم وجود میں آئے جہاں انسان صرف انسان بنکر رہ سکے
سیاست، تاریخ، و غیر تمام مذاہب کا جو صلہ بھی کچھ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے معلوم
ہوتا ہے لیکن نہیں کہا جاسکتا کہ اس منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے کتنے ادوار اور
منازل سے گزرنا پڑے گا۔

ہاں اُس نئے نظام کے فروغ، ارٹھاء اور استحکام کے لئے نئے تجربات اور
اخلاقی نظریات کی ضرورت پڑے گی اور یہ دیکھنا لازم ہوگا کہ کونسے اصول ایسے ہیں جو
انسان کو اس بلند مقام پر لے جانے اور برقرار رکھنے کے مناسب ہو سکتے ہیں، یہاں پر
اسلام (بغیر محققین) بوجہ اپنی جامعیت ایک ایسا نظام زندگی نظر آتا ہے کہ جس کی طرف
انسان آج نہیں توکل ضرور مروجہ ہوگا۔

اس طرح ہمارے نزدیک اسلام ایک ایسا نظام مکر و عمل ہے جس کی ضرورت انسان کو
ہمیشہ سے ہے اور تباہی بہتہ رہے گی، کوئی سبک، صامت اور ارتقاء کے منافی نظام
زندگی نہیں ہے بلکہ زندگی کے لئے بیک وقت مثل مثال منزل اور عین منزل کے ہے۔
خودی کو بنیادی اصول قرار دینے کے بعد کسی وسعت خیال اور وسعت نگاہ کی
گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ ارہا قسم کے تنازعات کے رائے ہی بوسع انسان کے لئے
کھل جاتے ہیں، اس طرح انسان خود پیمائی کے مختلف نظریات میں بہتہ کے لئے گرفتار
رہنے پر مجبور ہو جاتا ہے (اگرچہ الباقی بعض مادی لحاظ سے ناٹھ مند اور نفع رساں
ضرور ہے) اور کبھی بھی غیر خود کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا اور وہ ہیں الاوامی نظام حکومت
حس کے واسطے انسان صدیوں سے گوتس براؤز ہٹھا ہے (اور رائے مال ہاں اس کی ضرورت
اور بھی محسوس ہو رہی ہے) وجود ہاں نہیں آسکتا، لیکن اگر تمام خلوص اور یک میتی کیساتھ
تمام نظام مکر و عمل میں انقلاب پیدا کیا جائے تو ممکن ہے کہ کچھ سال یا صدیوں بعد انسان
بجائے ملک و ملت کے صرف ملت انسانی کا ایک رکن بنکر رہ سکے اور بجائے خودی کے

اٹھارہ فیصد کی موت (۱۹۱۷ء) کے چودہ سیدہ سال کے عرصہ میں اس طرح ہوا کہ ۱۹۱۴ء میں جنگ مالکیرے انسانیت کے ساتھ ساتھ انسان کو بھی ختم کر دے کا حوصلہ بند کیا۔ اس ”مجزوب فرنگی“ کے فلسفہ کے سمیات کا اثر ۱۹۱۹ء تک ہی ختم ہو سکا بلکہ ۱۹۳۷ء میں پھر ہی نوز انسان کے لئے ایک دوسرا خطرہ درپیش ہوا جس کے اثرات سے آتشک کی طور پر نجات میسر نہیں ہو سکی ہے اور باز دیگر خطرہ ہے کہ آئندہ جھلکے اٹھم عم یا ایٹم بوم کے وسیع پیمانے پر انسان کا خاتمہ ہو جائے۔

اقبالؒ نے فلسفہ کے خطرناک نتائج کو پورے طور پر سمجھنے وقفے اور شاید اسی لئے کہ خودی کے فلسفہ سے اس کے خطرناک اثرات نہ اٹل کر سکیں ان کی آخری وقت تک بہ کوشش رہی کہ جو وہی کو مسلمان بناسکیں اور اس میں وہ ظاہری طور پر کسی قدر کامیاب بھی معلوم ہوتے ہیں چونکہ اسوں نے خودی کو ”احکام الہیہ“ کا پابند بنایا، یہاں اقبالؒ غیر مشوری طور پر بجائے خودی کے ”بیخودی“ کی تلقین کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں چونکہ خودی کو تابع بنانا حقیقت میں بیخودی کی طرف مائل ہونا اور خودی کی نفی کرنا ہے۔

لیکن اقبالؒ بعض مصالح کے تحت اس کا اقرار کرے سے گریز کرتے ہیں اگرچہ ان کے رجحانات ان کی اگلی نمونی ”رموز بیخودی“ میں بالکل واضح ہو جاتے ہیں، اس نمونی میں وہ افراد کے لئے یہ بھی سفین کرتے ہیں کہ وہ اپنی خودی کو ملت کی خودی میں گم کر دیں۔ لیکن یہاں تک پہنچنے کے بعد بھی مقصد برآری نہیں ہوتی اور نئی نوز انسان کو خودی کے فلسفہ سے جو تمام خطرات پہلے لافنی تھے وہ اب بھی من و عن باقی رہتے ہیں چونکہ ایک ملت بحیثیت ملت فکری اعتبار سے دیگر ملل سے درپے تراز نہ اور تھکا رہے۔

چنانچہ ایک اور قدم آگے بڑھنے کی صورت تھی اور اقبالؒ نے متبادل مصلحت وقت کے تحت آگے بڑھتے ہوئے گریز کیا

نئی نوز انسان کے ارتقاء کے لئے ازل سے لازم ہے کہ انسان بے نیاز ”اڈو“ زندگی

ہمارے خیر خیال میں روح اسلام سرکارِ دو عالم کے قلب کی ایک مخصوص حالت ہے جسکو ہم لفظ و زبان کی مجبوریوں کی بنا پر آج صرف غایتِ محبت، رافت، شفقت کے الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں، لیکن ان الفاظ کا دائرہ مروجہ الفاظ سے بعایت وسیع ہونا ضروری ہے۔ اب جو شخص رسول مقبولؐ کی اس مخصوص قلبی حالت سے جس قدر قریب ہے۔ اسی قدر مسلمان ہے، اس طرح اسلام میں ارتقاء اور فروغ کی میتہ نگہائش ہے اور ہر ایک فرد بعدِ روق طلبِ محبت میں تشہِ محبت ہونے کی بنا پر منزل پر نہیں بلکہ راہِ منزل میں ہے، اور یہ اسی منزل ہے کہ جس قدر اس کے قریب تر جاؤ اسی قدر جوصلہٴ منزل اور بڑھتا ہے اور دوری منزل اور بھی نمایاں معلوم ہوتی ہے۔

احقر
عشرتِ انور

شراب بخوردی سے مست و مسرور نظر آئے۔
 اس کے مطلق آج پیشین گوئی کرنا شاید نسل از وقت ہوگا، ہاں مستقبل ہی میں معلوم
 ہو سکے گا کہ نوع انسان آگے چلکر کس شاہراہ پر گامزن ہوتی ہے اور کس قسم کے انسان
 کو نظر محسن دیکھنی اور ایسی رہنمائی کے لئے تلاش کرتی ہے آیا اسکو جو پروردہ خودی ہے یا
 اسکو جو مست بخوردی ہے اور بنی نوع انسان کی محبت میں ملکی، ملی امتیازات سے اپنے
 کو پاک صاف کر چکا ہے، بہ موجر الذکر راستہ از بس خطرناک ضرور ہے مگر انسان کو ارتقاء
 کی آخری منازل طے کرنے میں ممکن ہے اس پر خطر پر گزرتے ہی گذرنا نہ بس لازم ہو۔

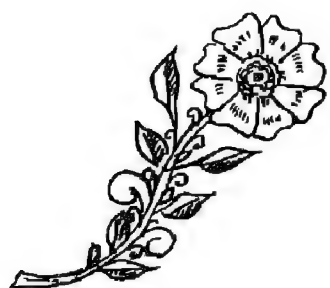
بعض صوفیائے کرام کی زندگی میں بالخصوص خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین
 جستی سحری احمدی کی سوانح مبارکہ میں متعدد مثالیں ایسی ملتی ہیں جن سے ظاہر
 ہوتا ہے کہ وہ زندگی کے رجحانات کو بخوبی سمجھتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ آخرین مقصود
 کہا ہے اور یہ کہ یہ ظاہری تیسرا دوتونہنگی کو ایک مخصوص منزل تک لے جانے کے لئے
 نو ضرور محاذ ہے مگر اس کے آگے اگلی اور ارفع منازل کو طے کرنے میں مانع ہے۔
 صدیوں کے تجربات اور تجربے کے بعد قوی امید ہے کہ انسان کسی نہ کسی ایک مرکز پر
 ضرور آئے گا، اور بعد میں جب جائزہ لیا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ سہ
 یک جہاں است دریں خانہ دار پر تو آں

ہر کجای گمراہی انجمن ساختہ اند
 خود سرکار و عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جات مبارکہ اس بات کی
 ضامن ہے کہ اسلام ایک مافوق العادت آفاقی محبت اور اخوت کے منظر اف ہے محبت
 اور الفت کسی مخصوص فرقہ یا فرد کے لئے مخصوص نہ تھی بلکہ امتیاز اور رحمت الاعدائیں کیلئے
 بوجہ سرایا محبت جوئے کے کوئی غیر تھا، کے لئے بھی اسی قدر تلب کی گہرائیوں سے المتی
 تھی جتنی کہ انہوں کے لئے نظر آتی ہے۔

گزارش پیاس بخدمت

حضرت استاد محترم و کتورادی حسن لطفہ (صد شیعہ فارسی دارالعلوم علی گڑھ)

کعبہ جاں، اوستا د محترم
از دل و جاں ہر شے پیش آورم
عقل و علم و فضل را معدن شدم
من ز فیض لطف تو گلشن شدم
لے کہ خاکم شد ز فیض تو منیر
در بر خود سوزش جانم پذیر
صبح و زین شنوی گری و دم
نام تو من زندہ کردم تا ابد
لے ز تو چوں آب و تاب یافتم
ہر وہم گشتم ترا ہم تا فتم



آدمیت را شیخه تفسیر نو
 عالمی را می کنم تفسیر نو
 ملت و ملک و وطن سنجیده ام
 پرده های زندگی بر چیده ام
 جان و دل را وسعت عالم خوش است
 آدمی را ملت آدم خوش است



زانکہ علم و فضل را بر دل زدیم^۱
 شعله روشن بر محفل زدیم
 خاکِ انساں را شتر آلودہ ام
 جانِ دل را نو بہار آلودہ ام
 این جهان کہنہ را فضلے رسید
 زندگی را انقلابے شد پدید
 نے خودی و خود پرستی نے وطن
 نے تمیز با تو نے ذوق من
 امتیاز ملک و ملت سو ختم
 از محبت عالمے افر و ختم
 از محبت چشم آدم تر شدہ
 عالمے را عالم دیگر شدہ
 کشتی انساں بساغل آ۔ رسید
 ذوق جانش در بر منزل رسید

اشارہ بشعروسی۔ علم را بر تن زنی مارے بود۔ علم را بر دل زنی یارے بود

بخوانند کتاب

شاعر مشرق نگهبان خودی
 شیر شزره از نستان خودی
 جرعه چوں از خم جانان چشید
 مست شد خبر مستی خود کس ندید
 داد مار از دوق ایقان خودی
 گشت مارا عهد و پیمان خودی
 از جیوی خودی پیمانه داد
 مست ساغر داد میخانه به باد
 در جوابش گفته ام این تمنوی
 تمنوی بخود می معنوی
 فیض جانان پر توے او را سپرد
 او ز خود بینی ز روئے خود شمرد

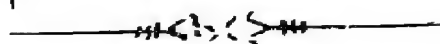
تمہید

یسح کس را لذت دیدار نیست
 ورنہ جاں را این چنین ہزار نیست
 جان ماچوں از پٹے جاناں بود
 لے چکونہ بر خودی ایساں بود
 آنقدر از نور جاں ایماں خرید
 آنکہ جاناں دید جان خود ندید
 چشم جاں را ہست چوں دیدار او
 گشتہ در انکار ما اقرار او
 من کہ باشم ؟ در جو اقرار من
 می رسد این ہم ز فیض و المنن

عاقلان را فکر ہستی و ربغل
 عاشقان مست سبوحے لم نزل
 عاقلان در کار دنیا فکر دیں
 عاشقان را ہر دو اندر آستیں
 عاقلان در سایہ ایمان روند
 عاشقان اندر پئے جانان روند
 عاقلان را مصلحت بینی راست
 عاشقان را دین ایمان تسخیر است
 شاعر مشرق کہ عاقل بود او
 یا تمکن نہ دوائے ہمارے ہو
 آلفیہ رفیق خودی را پرورید
 محو شد از گل گلشن را نہ دید
 ادب راے ملتے نہ ارید و بس
 نوع انسان جان مارا شد ہوس

پر توے گروے کس روشن کند
 اوز روئے خوب لافے گے زند
 گرچہ جاں از نور او جز طور نیست
 ہر کسے را دید آں مقدور نیست
 عاقلان را ہست ذوق ضبط خویش
 عاشقان را سرفروشی گشتہ کیش
 عاقلان اندر پئے فرمان دوست
 عاشقان ہر دم ز دل قربان دوست
 عاقلان ہم بہر خود ہم بہر او
 عاشقان را بس فقط "الشدو"
 عاقلان بہر شریعت آمدند
 عاشقان نزد محبت باختند
 عاقلان را خود پرستی و خود لیست
 عاشقان را عشق گشتہ زندگیت

اے یہ جاناں قف شد چوں جان تن
 می نشد از ما بخود مگر نیستن
 جان مارا نیست مضرب خودی
 یانمی دانیم آداب خودی
 شمع جاں از بخود یافروختیم
 هر دو عالم بهر جاناں سوختیم



نوع انسان را به دل اخگر نه زد
 از خودی بیرون ملت پر نه زد
 ز آنکه تاب جلوه آدم نبود،
 پس خودی و خویش را نغمه مسرود
 پیش جانان ذوق خود بینی خرید
 جلوه خود دید و دیگر کس نه دید
 او ز فیض تمکنت سرشار خود
 آبروئے جان و دل از ما بسرود
 آبروئے جان و دل از بنجودی است
 بنجودی شوق را از زندگی است
 آنکه با ما اگر "انالحن" زندگی است
 آن "انالحن" هم ز فیض بنجودی است
 بنجودی چو پرده ظلمت ربود
 از "انالحن" عین حق را دانمود

اے زلفِ خود چیاں لطفِ فرود
 عقلِ ایماں جانِ دل از من بود
 من ز لطفِ او زخو و گداز شدہ ام
 نختہ و وارفتہ و سرگشتہ ام
 سوزش جاں دارم و غمگین و لم
 ہیچو موج مضطربے سا علم
 من کہ چندیں سیرِ کامل ویدہ ام
 ہیچو او بے مثل کس نشیدہ ام
 ”خواجہ ماورمیان اولیاء
 چوں محمد در میان انبیا“
 آنچنان ذوقے ہمارا زان فرقت
 بیخودی شوقِ جانِ دل بخت
 از خودی یک دم تشد جاں را شوق
 بیخود و مستم پے ذوق حضور

حرفے از ذوق و شوق خویش

از لوازم سوز دلها دیده شد
 زندگی از بنجودی آرزیده شد
 عشق را من داده ام تا بے دگر
 بنجودی را باز شد آ بے دگر
 ز آنکه آموذیم آداب جنوں
 بنجودی شد زندگی را رهنمون
 آئی که از ذوق جنوں قصم چنان
 می نشد هرگز مرا از دمن گمان
 خواجه بنجر چنان ذوقم فرود
 عشق را صد پرده با زمین ربود
 از فیوض بنجودی دیوانه ساخت
 پیش روی خود مرا پروانه ساخت

شد خزان ما ز لطفش نو بہار
 "تم باذنی" از جمالش آفتاب
 از سر و نقرہ و اللہ صبر
 مست حق با شمیم ما از فیض او
 مست خاکم تا بگیرد ذوق ہو
 خویش را از خود سپردم بہر او
 عشق گرچہ بہر او جانم رہود
 ہرے نمایان شاننش ہم نبود
 عشق را بر ہر ادائے ہر او
 جان دیکہ بہر قرباں آہندہ
 کر کے را از قریب آتشی
 در طواف دے زیبا داشتہ
 مہچاں را در پے دے کہ بود
 از سجود نار و آتش در رہود

ہم مذاق دیدی جوید نظر
 خویش را گم کنی ذوق بصر
 آنچنان سحر جمال خویش رند
 درو لم ذوق مسلمان نہ ماند
 آں جمال روش حسن پری
 باز داده شوق کفر و کافری
 رونمائے آفتابے روئے او
 مانتابے ور کند موئے او
 پہچو گل در سبیل گیوئے او
 اے خوشا آں رنگ بوئے او
 رونمائے حسن روئے ذوالمنن
 آں جمال خواجہ رعنائے من
 آب حیواں در نظام چشم او
 عشق می نازد بہ جام چشم او

شکایت در محبت امیر خورشید

بمختور

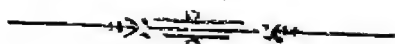
باری تعالی

ناز به دار جهان انس جان
 من زور و خویش گویم و استا
 گر بشنوی و مراعت می کنی
 بانگ خواهیم زد به چرخ چنبری
 غمزه و ناز و ادا از سر بگیر
 کن نصیبم گوهری را در بگیر
 حسرت و درد و محبت اضطراب
 لرزان لرزان با تو خوانم این کتاب
 گریه گرد و شوق محکوم ادب
 از تو می خواهیم صلائے بوالعجب

صوفیاں دارند از نعلِ ساغر
 فیضِ خشنِ ساختِ مومنِ کافر
 عشق را از کفر می ناید اماں
 بنجود و مستم ز فیضِ بیکراں
 گرد نہ رقصم بر حجابِ بے نقاب
 آبروئے حسن خواهد شد خراب
 فیضِ چشمِ خواجہ کُتائے من
 می رسد از حضرتِ خادمِ حسن

لے رہنا ہے مصنف در طریقت کہ ترک وطن کردہ در ارضِ یاکلِ حمیر شریفِ مقیم اند

ماصلاً تخلیق گیتی زو فن است
 فطرتِ سرشته به طرز احسن است
 نغمه ام لیکن پریشاں آمده
 اشکِ رنگینم به مژگاں آمده



اے کہ من ظالم "بہولاً بودہ ام
 مرکزِ تخلیق دنیا بودہ ام
 من کہ ویراں دل تپیدہ خستہ ام
 نیک مسجود ملائیک گشتہ ام
 اے کہ دادی بلبلاں را نفس
 نغمہ کنیز شرم خینر و زخمستہ
 ذوقِ قص و بیخودی پروانہ را
 نیک عاقل کردہ دیوانہ را
 شمع را سوز ہوا اے محفل
 در نصیبش لوش و نا اے محفل
 موج را باشد چہ بے پروا خرام
 زندگی بے محشرے گرد حرام
 ساحلِ پیہم بہ وصل موج و آب
 ذرہ ذرہ رو تہائے آفتاب

لے بسا حسرت کہ داغ دل سپرد
 لے بسا غنج کہ در گہا فسرد
 لے بسا دل و رپے لطف نبوت
 چند شیراز و بخارا را فروخت
 لے بسا از حسرت لعل لبان
 جان مضطرب لبان بے زبان
 لے بسا مطرب کہ آتش ریختہ
 نعمتہا در الہا آ میختہ
 لے بسا مرگ شب ہجران رسید
 لے بسا الماس پہلوئے درید
 لے بسا از علم و فن رے فہر
 داءے گہا بجے کہ زان تسکیر نشد

لے اشارہ بہ شعر حافظ۔ اگر آں ترک حیرازی بہت آرد دل مارا
 بخال ہندویش عظیم سرفرو بخارا را

اشک خوں بہ یادِ دردِ انساں

اے بسا دلہا کہ در پہلو تپید
 اے بسا حسرت کہ با خاک آرمید
 اے بسا نغمہ کہ پہلو را بخت
 در شکست ساز خود را در شکست
 واعے عشقے را کہ اظہارے نہ گشت
 اے بسا نغمہ کہ از تارے نہ جست
 اے در شہوار کو نیساں نہ بست
 اے بسا ہستی کہ ہم نابود رفت
 از تو امید عنایت می کنم
 گر بہ بخشی من شکایت می کنم
 گر بگویم تو ہمہ داری شعور
 در بگویم تو رحیم و تو غفور

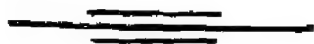
حسرت نامکنایتے برگزید
 کوشش انسان قناعت بر نہ چید
 گہ بہ ضرب زخمہ عشرت کناں
 گہ ز سوز نغمہ ماتم زناں
 گاہ می خواہد کہ غنچہ گل بود
 باز می نالد کہ گل غنچہ شود
 گاہ می جوید نگاہ ہر دوست
 باز می گرید کہ ہر ش غم بسوخت
 گاہ از ہجرے بہارے در خیال
 گاہ در وصلے ہجوم اہتر سال
 گہ بگریہ برادایے دلیر سے
 کائنات جہاںے داد سوز شاعرے
 گاہ از شمشیر و خنجر لطف دید
 کائنات جمال یار جاتم بر چنید

اے بسا دل در پئے شہرت تپید
 اے بسا ظلمت کہ روئے صبح ندید
 اے بسا رومی کہ او شعر نے گفت
 اے بسا افرد کہ در خاکے نہفت
 اے بسا سیر و کہ پائے خود نخست
 یا شکستہ و پیش منزل و رشت
 اے بسا فردوس بائے انزوال
 در حد و حلقہ و دام خیال
 حاصل ہر کس پریشاں خستہ جاں
 و در انماں می نیاید در بیاں
 در چمن گر بلبل خندہ گرفت
 در عفت و بیت گریہ کرد و جان نخست
 ز آنکہ دل را آرزوئے دادہ اند
 داغ سوز جستجوئے دادہ اند

مناجات شیون را

ورسواد دیده گردانم مکن
 پادشاها شوق دیدارم ببین
 من زور و جبر گریم کو به کو
 تو هنوز اندر حجاب رنگ و بو
 بنده در جستجو صحرای سر
 تو ز اوج خود نمی آری نظر
 کریم از مرگ خود آتش فروز
 زندگی بے روع جان خوش نبود
 در تمنائے نگه بر روی تو
 از دور و غم می رسد خوشی و غم تو
 از تو می بینم شهود کائنات
 تا کجا این پرده لات و منات

گاہ در لاپت مست لے نیاز
 گاہ سر بہ پایے شوخے تر کتاز
 گاہ در غہماز خود بیزار شد
 گاہ با اقوام عالم یار شد
 آہ گر امروز باشد شاد کام
 می کشد فردا ہلاہل را بجام
 نیست ہستی را قیامے در جہاں
 خندہ ہائے گل بہ کار بلبلاں



بنمودی را بهر جا کن سازگار
 انقلاب تازه ما را بسیار
 اختیار دین و ملت بر فلکین
 برقع بکشا، چهره بنما، برق ز

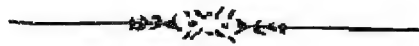
تا کجا این اعتبار کف و دیس
 آدمی محروم از عین الیقین
 تا کجا انسان گرفتار خودی و
 می نه روید دل بجز خار خودی
 تا کجا این لعنت ملک و وطن
 کس نمی بینم ما جز خویشتن
 تا کجا بر خویش می بندم نظر
 فطرت دل را بده ذوق و گهر
 از جمال خود به هر آنم بسوز
 اعتبار هستی جا نهم بسوز
 از خودی و خویشی یران تا کجا
 فطرت گفته به انسان تا کجا
 چون ذوی القربی شده فرمان تو
 نوع انسان را نه شد انسان تو

سر فروشی چوں شود ارمان من
 خستگی، وارفتگی ایسان من
 خون دل خواهم بہ پایش رختن
 بے حضور دست نتوان ز بستن
 مزرع دل را ہی ہار و تگرگ
 زندگی عاقلان بدتر ز مرگ
 زندگی عاقلان زار و زبوں
 زندگی عاشقان جذب جنوں
 عاشقی سرو گلستان حیات
 عاشقی باشد حیات اندر مہات
 زندگی در مرگ خود پایندہ کن
 جاں سپردہ عاشقی را زندہ کن
 جاں سپردن نیست کار عاقلان
 جان دادن باشد غم عاشقان

در بیان آل که سر عشق حدیث و لذت عشق در بنجودی میسر گردد

من که سر عشق را پنداشتم
بر مراد خویش عالم ساختم
و رکف ادب و سپهرم خویش را
نوش آوریافتم بهم نیش را
چون غلام "ربی الا علی" شدم
کائنات دهر را مولا شدم
و در حضورش این سر خود بے سحر
می فروشم با دعا و صد درود
تا جمال یار را پروانه ام
در حضورش من ز من بیگانه ام

نے سحر باشد بہ عاشق نے بصر
 جز بذات حق نیاید کس نظر
 نے پیام و نے کلام و نے زباں
 نے خوئی و بخودی داد نشان
 کن نکاں در آتش و اسو ختم
 روئے جانان بیش جال فرو ختم



عشق باشد چوں حیات لایموت
 ز سیتن تا کئے مثال عنکبوت
 طوف شمع کن اگر پروانه
 حفظ جاں گر میکنی دیوانه
 کس نداند این بجز عاشق بکاست
 مرگ عاشق باز هم باشد حیات
 عاشقی در اعتبار است وجود
 می نه بیند کس بجز ذات وجود
 چوں دلم اندر بند غیر است در بود
 کل شیء هایلک الا وجود
 بخودی چوں جان عاشق در بود
 عاشقی زانے دعا و نی سجود
 ز هر ناب بخودی سپیودن است
 عاشقی در مرگ خود آسودن است

چوں شود غرق آب در روئیستی
 ہستی بخیزد ز گہ و نیستی
 جان و دل باید بودن ترا کما
 این فنائے عاشقان انی کہ حسیّت



در بیان آن کہ عشق تلقین بہ فنا
میکند ولیکن این فنا ہر شک بقا باشد

زندگی با مرگ پیہم خو گراست
فطرت ما از جهان دیگر است
آتش بے رنگ بنیم غیر دو د
تا کجا این اعتبار هست و بود
صبغہ بے رنگ چوں شذر و جو
مانمی دانیم از زرد و کبود
چوں بہ عین هست ہستی نیست
ہیچ غم در صد غم دنیا نہ است
لے کہ تائیا بی مذاق زندگی
زیستن باید بزرگ نیستی

بے ہوائے صیحد مگل کے دمید
 این خودئی تو بگو از کے رسید
 آن کہ تو گوئی خودی و بنجودی
 می رسد با تو ز فیض اینزدی
 پس خدا را ہیں کہ ہم خود را ہیں
 عاشقاں را عشق باید این چنین
 اے کہ تو چوں بنجودی والا شوی
 از خدا رستہ بنجود شیدا شوی
 عشق سرگرم عمل باشد ہمہ
 در عمل صد بنجودی تا بد ہمہ
 چوں ترا ذوقِ عمل پیدا شود
 بنجودی آید خودی از خود رود
 عقل را پیش و پس تو بیتی ہست
 عشق را فطرت ہمہ تخلیق ہست

در بیان آن کہ ذوق و شوق عشق
 را لازم است کہ طالب اینجو دوسرست فنا سازد

چوں بہل عشق گردی غرق آب
 تا کجا مانی بخود همچو حساب
 اے وجود موج ہم باشد ز آب
 در خودی بالیدہ مکے چوں حباب
 بہر توے از عشق گرفتہ بہ جان
 نیست جز یک جلوہ اندر صد جہاں
 مست جلوہ شو جہاںش اظہر است
 ایں خودئی تو حجاب اکبر است
 شو خطر کن در غش بر باد شو
 گر خدادادی ز خود آزاد شو

در این معنی که خودی و بنجودی هر دو

از احوال عشق اندو لے خودی در حالت

نزول پیدا میشود و بنجودی بر عکس آن

آن که تو گفتی خودی از خود مجو

حسن را نهم بد با باشد شنو

حسن بهر پر دگیا در نظر

می نماید، جلوه ذات بشر

بے بصیرت ایس نشد در بزم جاں

جلوه ہائے قضاۃ اعین علیہ عیاں

آنکہ خود را دید مخو خود شده

و آن خدا را دید بس بنجود شده

ملہ اشارہ بآیۃ قرآن - فلا تعلمو نفسی ما اخفیہ عن قریۃ أعین (سورۃ سجۃ)

بوئے جاں بر جان زو از بنجودی
 عشق مستحکم شود از بنجودی
 ذرہ ذرہ از اسرور بنجودی
 رقص می گیر و بہ نور بنجودی
 روح را پاکیزہ کن ز آل بسین
 بنجودی کا ثناتے ایں چنین
 جان دل باشد بہ ہا ہوئے او
 کا ثناتے در طواف ہوئے او
 آنچنان از بنجودی مستیم ما
 کس نخواہد گفت کہ ہستیم ما



در بیان آن کہ خودی بہ تمکن و قرار تلقین کند و بخودی بہ اضطراب و ذوق عمل

بخودی را پشت پا انداختی
 تو خودی را منزلے پنداشتی
 چوں خودی را بخودی انجام هست
 ایں سر سودائے مافوش کام هست
 عشق چوں تمکین برد آرد خودی
 حالتے از بخودی باشد خودی
 اضطراب عاشقی پر آب است
 زندگی را بخودی سیلاب است
 کو بجز دے والاؤ شیدا شدست
 وین خودی از مگر ہی پیدا شدست

عشق را ہرگز نہ احوال خودی است
 عشق افسردہ بہ احوال خودی است
 عشق بہیم یا خودی و جنگیاست
 عشق را بس سوء حق آہنگیاست
 چوں نباشد سحر کس مطلوب جاں
 می نہ بیند عشق جز محبوب جاں
 چوں شوی محو نظر یا چشم تر
 ہم نظر گم کن تو لوز ذوق نظر
 نے سحر باشد یہ عاشق نے بصر
 جز بذات حق نیاید کس نظر
 از شراب عشق مستم چوں توئی
 من ز من بیگانہ ہستم چوں توئی
 خویش را بینی بجائے بخودی
 بخودی باید بر اے بخودی

چوں فنا باشد بقائے نوبہ نو
ہست مارا ارتقاءے نوبہ نو

چوں خودی تلقین یتیم کی می کند
 ذوق و شوق عشق را از ما برد
 فطرت عاشق ز خود بگسستن است
 سوئے ذوق بنجودی در رفتن است
 چوں زبانی جلوہ ہائے شمع رود
 کئے پسندی قص لعل گرد او
 بہرہ از جلوہ جانان طلب
 جان پیش از بنجودی آید بلب
 چوں خودی ہم در خدا آخر شود
 بنجودی بر مرکز اعلیٰ رود
 ہست چوں زیبا خدا خواہ شدن
 بہ ز خود بہتر فنا خواہ شدن
 زندگی در تجوئے ارتقا
 صد بقا مارا سپردہ در فنا

آن فقیرے کو بچید فضل حق
 نیت ناممکن شود اگر اصل حق
 عشق را ہر دم شبابے دیگر است
 فضل حق را رنگ آبے دیگر است
 ز آئکہ ہر دم یافت فضل ایزدی
 عشق باشد مست جام بنجودی
 می نہ بتی می نہ شنود هیچ کس
 عشق را اللہ بس باقی ہوس
 جان دل سوزد بہ ہائے ہوشے او
 از در و نم می رسد خوشبو عیے او
 صد خودی قربان یک وار فتلی
 کو برد جاں را بہ کوئے ختلی
 من خودی از سر نہم تا سرد ہم
 جان دل را پیش جاناں در دہم

در بیان آنکہ انکشاف حقیقت از وسیلہ
بنجودی باشد خودی الٰہی حاصل موافق نیاید و مانع آفتد

ہا نگیرد بنجودی جان و دولت
عشق ناکار و رولے در محفلت
عشق چوں ذوق فنا پرورد
از خودی پر منزل خود کئے رسد
گر شدی پروردہ ذوق خودی
اے نیابی بہرہ جز گم رہی
اے نیابی عشق جز "من فضل الٰہ" ^ب
پس خودی بگذا از فضل حق طلب

لہ اشارہ بر آیہ قرآن

عصر حاضر عشق کے سنجیدہ است
 ذوق و شوق عاشقان کے کوید است
 آنکہ دیدہ بے حق از حق شود
 از خودی رفته بہ حق بنجو رود
 "ملت عاشق ز ملتہا جداست
 عاشقان را ندید ملت خداست"



اے چہ دانی لذت رقص جنوں
 ہیشیدہ عالم بہ ماز پروزیوں
 گر ترا باشد میسر ذکر حق
 یافتہ من جلوہ ہائے بکر حق
 تو بیکر و فکر خود را داشتی
 آنقدر بس دولتے پنداشتی
 فکر ہر کس چوں بقدر نعمت است
 آنقدر لطفش نگویم رحمت است
 اے کہ با صد جبہ و دستار بود
 چوں عیش آبدار خود خود را بود
 عاشقان را می مع اللہ چوں دست
 ذوق و شوق عاشقان ہم از خدا
 نے سجود و نے دعاؤ نے درود
 در برم جز ذات پاک حق بنود

زندگی را چون خودی آهنگ شد
 ملتے ملتے در جنگ شد
 از خودی باشد تنازعہ للالبقا
 ناکساں را آنکہ گرد اند فنا
 ذرہ ذرہ منظر نور خداست
 چوں میان کفر و دین چون و چراست
 لے کہ خود بینی نہ بینی ذات او
 تو جیو نہ کوئی ہست اللہ ہو
 ملتے را چوں اساس از عشق شد
 چارہ جز درد انالش نہ بدست



ملے از ضرورت معنی ای بود گاہ بگاہ بدو مستمے شود و اساتذہ جائزہ نمردہ اند

در بیان آن کہ بنیاد ملک و ملت بر خودی باشد
 و پس تنازعہ لا البقا بوجود آید و لے جمیع تنازعات
 در بخودی گم شوند و منظر بلند بہ حصول آید

زندگی را ذوق حفظ زندگی است
 مذہب ملت را احکام خودی است
 زندگی از بہر حفظ زندگی
 خویش را بندہ آئین خودی
 قوم و ملت را پیش زاید ہی
 پس حکومت ملک دیں آید ہی
 اے گرفتار نصاب کفر دیں
 از خدا تو دور مانی ای حسین
 تا کئے مانی قوم و ملت را اسیر
 از خودی بگذر خدا را در بگیری

ملت انسان ز ملتها جداست
 عاشقان را ندید ملت خداست
 در میان دونه آسودن روست
 بر فراز آسمان رفتن بجاست
 این زمین از ملت و ملک وطن
 خوش نیاید لائق ازیتن
 "انظار صبح خیزاں می کشم"
 نور جاں در چشم انسان می کشم
 عشق را آرم فرازے دیگرے
 نغمه فردا به سازے دیگرے
 این زمین ما و تو ملک خداست
 ہر کجا خواہم روم بر من رواست

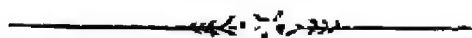
در بیان آن کہ اقتضائے خودی حد و بند بی ملن
و امتیاز قوم و ملک باشد و فلسفہ سیاست الا قوام را نفی کردن است

از خودی تو چوں بخود مانی ہی
دیگر ایا را کم از خود دانی ہی
از خودی دیگر نمی بینی کسے
بہمنیں ویراں شدہ ملت بے
جلوہ ذات است در عین خود
آدمی از مشرق و مغرب بود
تو سن قہر خودی ہر کس بر اند
آدمیت گم شد و آدم بہ اند
چوں ز قہر و جبر بر انساں شناخت
در مذاق کفر و دیس انساں بہا

در بیان آنکه احساس خود می‌باشد از اشکال و قیاسات پیدایش و

آدمی از بهر خود با شد هنوز
در دول جانش خودی تا بدینوز
هر کس در فکر حاضر بوده است
بهر خود صدر بنجا افزوده است
چشم بکشا روز فردا هم ببین
بخودی مارا شود چو جاں گزین
از مذاق روز فردا بے خبر
جز به حاضر شده انان را نظر
بیش از یکدم نه بیند چو کس
بر خودی بالیده ماند خوش لب

قوم و ملت را نظامی ساختی
 ملک بگرفتگی و انسان باختی
 شدت بی از دور و انسان جان تو
 کفر را صد خنجره بر ایمان تو



در بیان آنکہ تعمیر عالم نواز بخودی باید شد و اگر چنین
نشود ویرانی و خرابی و جنگ عالمگیر دیگر لازم خواهد شد

تو کہ خود را وقف کردی بہ خویش
از غم انساں نداری جان لیش
من کہ بہر دیگران سوزم تمام
بہر انساں اشک یم صبح و شام
نوع انساں را چنان منظر دہم
ایں زغال خشک را اگلہ دہم
اے مثال شمع روشن کن جہاں
کوہی سوزد بر اے دیگران
گر خودی را در غمے بگذاختی
نوع انساں را بلند از رشتی

و آنکه شد از روز فردا هم خبر
 بر خودی آنرا نشد یکدم نظر
 وقت چون پانزده سال نیست
 بخودی جز بهر احوال نیست



گر خودی باشد پئے تقرب ما
 غرق خواہد شد چیں تہذیب ما
 از فساد جنگ بگذار عالمے
 ز آنکہ گرد و نیست ز نہار عالمے



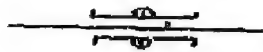
ہر کسے از یک فدی در صد محن
 خوش بروں آئے ز تاریخ کہن
 کس نہ ارد جز ہوائے خوشیتن
 ہر کسے باشد برائے خوشیتن
 نوزدہ صد سال ضائع در گذشت
 بیچ کس از خودی از خود رفت
 جز خودی چوں گشت بند بیچ کس
 بندہ در بند تو شد چوں گشت
 از خودی گر تو فروزاں آمدی
 نوع انساں را پشیاں آمدی
 از خودی چوں احتراق دیگر است
 باز در عالم نفاق دیگر است
 باز دیگر قلب انساں تنگ شد
 باز در عالم صلائے جنگ شد

گر خودی شد شیوہ ہائے ناقصاں
 ہمت مرواں برائے دیگران
 از خودی چوں نوع انسان کہ شد
 جذبہ خدمت زما انسرودہ شد
 یادت با بنجودی ہم ساختن
 جان دل را طرح نو انداختن
 گرچہ تو از خودی بیرون شوی
 و رغم نوع بشر مجنوں شوی
 عشق را چوں ہست فطرت حقین
 شمع محفل شوز خود افروختن
 پیچوں غم انسان و ہم جاں را دگر
 ظلمت شب را شود تازہ سحر
 رنگے قوم و ملک و ملت چوں نماید
 در جہاں جز خالق پیچوں نماید

در بیان آن جمیع آرزوهایم در حالت اندکی متعلق به خود و دیگر
متعلق به دیگران از جذبه خدا خلق نموم است محتاج به خودی نیست

فطرت انساں اگر چه آرزوست
مزدگی را از محبت آبروست
آرزو را آنکه خود آرا آید
نفس اماره به جلوا آید
آرزو را اگر خودی بنیاد هست
جان ما از بخودی آباد هست
من بفکر خدمت نوع بشر
جان دل سوزم بے ذوق دیگر
جان دل از ذوق خود آباد نیست
آرزویم را خودی بنیاد نیست
قیمت افروزد ذوق با عی هو
از خودی و خودندارم رنگت بو

فطرت دل آدمی شناختہ
 آبروئے نوع انساں باختہ
 ز آنکہ خود را بس ہی بسیم ماؤ
 پئے بے صدر نہجا چینیم ماؤ
 از غم انساں اگر باشد خبر
 بیچ غم مارا نیاید در نظر



در این معنی کہ فطرت انسان چیست و جمیع رنجہا
از ناشناسی فطرت خود بہ انسان می رسند

عشق را چوں فطرت احسن شد است
در پے تر ویدا و من شد است
زندگی را بخودی چوں رہناست
آدمی را خود پندی کے رواست
گر شدت مرغوب خود نگر لیستن
کمتر کجایابی مذاق زیستن
نوع انساں را اکرم کرده اند
آدمی را بہر آدم کرده اند
در غم محفل چو شمع خود را بسوز
ذوق درد و نوع انساں بر فرزند

چوں ز خود را بازدارند از خودی
 کاش ما را و اگر دارند از خودی
 قیمت ما از محبت می شود
 روز فردا روز خدمت می شود
 رنگ قوم و ملک و ملت را به
 از محبت هر دو عالم برفروخت
 چوں غم انساں صغیر ما شود
 عالم نو از ضمیر ما شود؛
 صبح فردا جنت است در جهان
 آنکه می بینم نیاید در بیان
 لای که من بخشم سرور بخودی
 خویش را کم کن به نور بخودی
 « مردمان خود را یک دیگر شوند
 سفته در یک رشته چوں گوهر شوند »

در بیان آن کہ روز فردا انقلاب عظیم در طرز فکر
انسان واقع خواهد شد ہر کسے برائے ہر کسے خواہد بود

روز فردا خوش ہی بنیم بے
غم بود ہر کس برائے ہر کسے
بہرہ از عشق گریا بد کسے و
می بود غم از پئے انسان بے
روز فردا چوں نظام دیگر است
ہر کسے را صبح و شام دیگر است
و اشود فردا کتاب بخودی
ہر کسے مست شراب بخودی
آنکہ می ورزد خودی محروم شد
و آنکہ خدمت کرد او محروم شد

چوں خودی و خود کے از خود بسوخت
 نوع انساں را چراغی بر فروخت
 از خودی و خود پرستی و ابرہم
 من اساس تو بہ دہامی و ہم
 چوں مذاق درد انساں ادا ہم
 من نظر را پرودہ ہا یکشادہ ام
 چوں گلے را بہت از گلشن جود
 اختلاف رنگ بو چیرے بنود
 اے کہ ماہستیم در عین وجود
 کس نمی بینیم از زرد و کبود
 اختلاف کفر و ایمان سوختیم
 ہر دو عالم بہر جانان سوختیم
 چوں زبان و دل ہم فرمان دوست
 از دل جان جان و دل قربان دوست

در بیان آن کہ اگر عشق خداوندی بخودی میسر گردد
عشق بنی نوع انسان بد آید و سوش دیگر پیدا کند

ما شتی چوں یک دے خود را نہ دید
از شب او صبح فردا شد پدید
تا کجا حفظ خودی قلب و جان
لے نوشیغ شو براءے دیگران
از خودی آدابے انان دیگراند
سوختہ جان و رء انان دیگراند
آپنیاں رستہ شدیم از ہر خود
شدتہ ام تلغ خودی از چہر خود
نوع انسان را چہر اغ افرو ختم
خولش را از سوز انسان سوختہ ختم

در بیان آن کہ چون انسان خمی رزیدہ است
خطربائے عظیم نبی نوع انسان را در پیش اند

لذت ہستی بہ ذوق غم نفاذ
بنجو دی برد است آخر بر مراد
از غم انسان بہ جانان شایدم
ملے از نوع انسان بایدم
صد فساد اندر پے سرمایہ شد
از خودی ہر کس اسیر وایہ شد
چوں حکومت را اساس از دل شد
آدم مار و نفع محفل شد
آبیاری گلستاں بایدش
باز دیگر فکر انسان بایدش
گوہرے را آب گوہر لازم است
زندگی را طرح دیگر لازم است

ان نیاز ملک و ملت سوختم و
 نوع انساں راشقاوت سوختم
 —————

در بیان آن کہ اساس ملت نومی انسان را خودی ممکن
 نتوان شد زیرا کہ جزو را خودی ملتزم است کل را این
 حالت میسر نیاید بسبب آن کہ او مقابل غیرے نشو و جمع ملل را شامل نشد

چون کہ بیرون خودش دیدار نیست
 نوع انسان را خودی دیگر نیست
 از تمیز غیر می زاید خودی
 در حضور غیر می باله خودی
 در تقابل رنگها خیزد خودی
 در تماثل خویش را زبرد خودی
 نوع انسان را مقابل چون نشد
 هیچ کس را آن ملت بیرون نشد
 جزو را تا جزو گفتن باید
 در مقابل جزو دیگر شاید

کارگردارها باشد حقیر
 ناقص و نااہل بینی بر سر پر
 عاقل را هست نگر آب و ناں
 جالب را لوزن اندر دہاں
 عصر حاضر را خرد و ستور نیست
 بہرہ جز خستہ تر مزدور نیست
 لے ز بیم خطرہ ہا لرزد خرد و
 طوق زریں در بہر خمی سرور

اتارہ بہ شعر حافظؒ۔
 اسب تازی شدہ مجروح بہ زیر پا لائ
 طوق زریں ہمہ در گردن خمی بینم

دربین معنی که اساس است فردا بر محبت عالمگیر خواهد شد
 و در بین حال تنقیض خودی لازم است

بیج بهره در نه کردی از ورق
 هست لیکن در کتاب صد سبق
 لفظ چوں بالفظامی آید اگر
 معنی نوجمله را اگر دودگر
 آدمیت را اگر شیرازه شد
 نوع انساں را اگر آوازه شد
 آدمیت را اگر تعمیر کن
 جان و دل از جان دل تنخیر کن
 ملت با ملت تحلیل کن و
 انقلاب تازه تشکیل کن

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً
وَلَكِنْ يَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَأَسْتَفِهُ الْخَيْرَاتُ

آدمی را امتحان مقصود بود
پس ہمہ فرق مل محمود بود
گرچہ ذوق ما تو افزوده اند
لیک امت را یکے فرموده اند
فطرت با جزئیے پیداں نہ است
پیش حق جز ملت انسان است
دائے پایا بند خود بینی شدیم
حسرتا ایرانی و چینی شدیم
آدمی محروم دلو مید و دثرم
شدمیان ہندو و ژاپون عجم

سلہ آیہ قرآن کہ اگر خدا خواستہ تمامہ امت واحد گردانیدے و لکن امتحان شما مقصود بود کہ در
خیر بہرہ کنید

رنگِ دلت را اگر گلخن شدی
 لے نہیے من تو شدم تو من شدی
 آدمیت را دہم شکستے دگر
 آدمی را میشود عقلے دگر
 ہنجیں دروید و قرآن آمدہ
 آدمیت بہر انساں آمدہ
 بیچ کس خود پروری را نامدہ
 لے بہ آتش اعتبار خام دہ
 نوع انساں زیں سخن محکم بود
 ملت مالت آدم بود

در بیان آن کہ هیچ ملت بے تصور
مخصوص ظهور نہ پذیرد و ملت انسان فرد را
اقرار وجود باری تعالیٰ سنگ بنیاد خواہد شد

گرچہ زید و عمر را حرص خودی است
ہم خیالی ملت را زندگی است
ملت را از تخیل شد حیات
آن تخیل ملت را عین ذات
روز فردا ملت انسان نو
بدنای جوید از ایمان نو
یک تصور آدمی را لازم است
کائن تصور زندگی را لازم است
چوں بہ صلح و خیر اعازم شد است
آدمی را نیزے لازم شد است

در میان ہند و ابراہاں روس چین
 آدمی تقسیم گشتہ این چنین
 رخنہ پاور آدمیت ساختیم
 ملک بگرفتیم دانشاں با ختم
 ، سح کس از بہر کس جو غم فخر و
 آدمیت شد اگر آدم نمرد
 فکر دو ناں بہر خویش و اقربا
 فکر مرداں بہر عالم شد بجا
 ہمت مرداں بر اے مالے
 طرز فکر ما و اے مالے و

بہر ملت ثانیاً ز اردو ہمی و
 زندگی تازہ اش اردو ہمی و
 شائستگیوں نیست اور ازوق خویش
 از پئے انسان گداز و جان لیش

آدمی سوزِ پے انسان تو
 ہست نیرِ دامن را اگر بہمان تو
 آدمی را ہست انسان آرزو
 عشقِ روشن گشتہ از "اللہ جو"
 از خدا چوں دور باشی لے حبیب
 کس نخواہد گشت نزد تو محیب
 لے کہ پیروں تائینی از خودی
 می نیابی مدعاے زندگی
 ہر کسے بنید ہی گر خویش را
 کس نیاید اندکے جز خویش را
 فطرتِ آدم کہ از خود فتن است
 خویش را باد بکراں پیوستن است
 اولاً بہر غزنیہ و اقتسار با
 خویش را سوزِ پے ذوق فنا

آفتابے از عرب و قمر قزو
 جلوه از ازاں کرد و جانم و رز و پود
 لے کہ او صد ذہنیت ایمان هست
 آیہ "لولاک" کہ ابرہان هست
 قمر آوم قمر دنیا، خسر دیں
 رختے پہر و و عالم ایں جبین
 نوع انساں را غم انساں داد
 مرغے پرستہ را پر کشاد
 لے کہ ما از فیناں او انساں شہیم
 لطف پڑوہ سوئے نیر و ان شہیم
 آدمیت را فروغے شہرازو
 می کند نازش خدا ہم آرزو
 بہر انساں مرکز آہ آہ
 آدمیت را علم افراس

بیان آن که سوّه حسنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم معیار اخلاق انسان فردا خواهد شد

من که سوزم در پئے تعمیر نو
آدمی را می دهم تقدیر نو
بهراد چیدم صفات تازه
مانی را شد حیات تازه
روزی شب زاریده ام من بهر
سایه اش آدمی را جستجو
مانی را آدمی دیگر بیار
آدمی کو بهر ما گرد و عیار
ای که از یونان به ایران عرب
آدمی گر هست پیش ما طلب

در بیان آن کہ اخلاق محمدیہ تمثیلے بر النوع انسان
باشد و پیروی آن برائے نوع انسان لازم است

جان مارا شد دگرگوں روز و شب
آوی نایاب "ارزاں بولہب"
ہر کے چوں از محمد دور شد
خویش را بہ منزل خود رہ برود
ہر کے چوں از محمد نور یافت
نوع انسان را جو ہر وہ بتافت
ہر کے چوں با محمد یار شد
گر خے بودہ ہمہ گنار شد
ہر کے چوں با محمد یار گشت
دو جہاں بگذاشت در پالیش

کُلُّ مُؤْمِنٍ اِنْخَوَّۃٌ فَرمودہ است
 بہر انساں جان و دل اسودہ است
 مومن آں شد کو پئے حق چوں رفت
 نوع انساں در بر خود در گرفت

————— ❦ —————

ایں مقام عشق جز او کس ندید
 از دو عالم آدمی را برگزید
 او کہ انساں را غم انسان داد
 جان و دل را تابش از قرآن داد
 جان و دل را منتقل آودہ است -
 زندگی را صیقل آودہ است
 نقش پایش علی را آفتاب
 صد نجات از خاک پایے او بیاب
 ہر و ماہ و کشتاں سو وہ جبین
 زیر پایش ہر دو عالم را ببین
 جان و دل را شد عیاں نہ تازہ
 زندگی را نو بہار سے تازہ
 آں مقام زندگی با ما سپرد
 لات و غریبی را شمع ہستی فسر

اے کہ دل شکستہ راقیت از دست
 نوع انساں را ہمہ زینت از دست
 سنے۔ سنے دُور عشق ہائے جو ہم
 جان دل ششم کہ نام او ہم
 او کہ انساں را سنے تکمیل شد
 ملت آدم ز نو تشکیل شد
 ملت آدم ز فیض او میرد
 پیش او یکساں فقیر ہم امیر
 جزو عالم بہر ما بکشاوہ است
 زندگی را بدعا سے دادہ است
 پیش از وہاں جزوے مرقع بود
 زندگی جزو حق و نور دل بنود
 او مذاق عاشق یا ماسپرد
 پیش یزدان ملت آدم میرد

در بیان کس لائحہ عمل نبی نوع انسان و اسلام خواہ شد

زندگی را چوں تلاش مدماست
 مذہب حکمت پئے آں ہماست
 لے کہ باشی خوش خرام زندگی
 زندگی جو یہ نظام زندگی
 زندگی را آں نظامے بایدے
 کو نظام زندگی را شایدے
 زندگی کر نیک انجام آمدہ
 نوع انسان بہر اسلام آمدہ
 در تلاش منزلے اقدام ہست
 آدمی را بفطرت اسلام ہست
 آدمی را از آنکہ نیک انجام ہست
 مقصد اقصا کہ اسلام ہست

عشق را آں جلوہ بے رنگ داد
 امتیاز ماؤ تو رفتہ بباد
 ملت آدم ز ملتہا جداست
 آدمی را دین مذہب پس خداست



در بیان آن که حوصلہ پیغام مجتہد تا بہتو حاصل نشدہ است و زیرا کہ اسلام
لائے عمل باشد پائے نوع انسان پس غلط است برائے مسلمان
کہ خویش را پائے ملت محدود شمارد و نوع انسان را در خود نہ بیند

در پائے اسلام در آنکہ ہر کس است
آدمی را این ہی ملت پس است
در آنکہ ذوق ماؤتو قام آمدہ
نوع انساں بہر اسلام آمدہ
این نہ خوش داشت تا امروز کس
ملت السلف بہت اسلام پس
ملت با ملت پیوستن است
بافدہ ہون و از خود رفتن است
می برد اسلام سوئے بخودی
خویش را گم کن ز خوئے بخودی

زوق و شوق عشق تاہست مدعا
 لے لکر روزے دسی یا مصطفیٰ



آن پیام سرور هر دو سرا
 نوع انسان را شود محکم بجا
 ملت اسلام چون محدود شد
 کم نگاہی و خودی منقود شد
 پرده ناموس نهیب بردید
 آن مسلمانے که جز خود کس ندید
 عاشق را این سخن درمان بود
 ملت مامت انسان بود
 این تنفر این خودی از بس مجو
 کفر هم ایمان و رزد صبح نو
 صبح نو اسلام را چون میشود
 کفر آن دم در پیئے ایمان رود
 نا کسے بیچاره محروم خدا
 روزے خواہد یافت عشق مصطفی

از خودی سلام راست خطره ہا
 سوز ما با کس نشد جز بہر ماؤ
 سوز ما با دیگران باید رسید
 ہر کسے در ذوق حق باید پید
 قلب جاں چو تفت شد بہر خدا
 پس نظر آید مقام مصطفیٰ
 ہم نظر محو است در ذوق نظر
 عبدہ کس نیست جز خیر البشر
 عشق را چوں بہت محکم آیتے
 نوع انساں را سراپا رکھتے
 از جمالش چوں سیدہ رنگ بوست
 جان قربانش کنم ایں آرزوست
 صبح فردا جز پئے گلشن نہ است
 موسم گل بہر یک ہوسن است

پس چه باید کرد اے انسان نو

زندگی را تا شود احسان نو
 پس چه باید کرد اے انسان نو
 ناز با لشکر تو اند بهر نیاز
 طرز فکر آدمی از نو طرز
 لذت خود گرچه مارا در سراسر
 زندگی از بهر انساں خوشتر است
 کس ندیده گر کسی جز خوشتر
 ”ننگ دنیا ننگ دین ننگ وطن“
 آدمی را ذوق آدم چوں شود
 هر کسی اند بخودی بیچوں شود

حال او امروز گرچه ابتر است
 روز فردا از تنگی روشن تر است
 روز فردا نیست جز انوار حق و
 عالمی سرگشته و پیدار حق

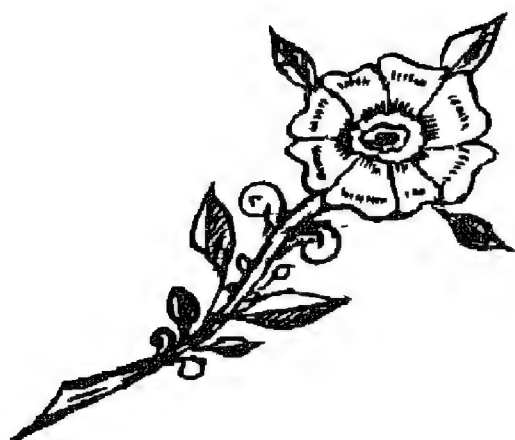


نوع انسان در بر خود در بگیر
 از محبت نرم و نازک چوں حریر
 لے ترا اگر با محبت کار شد
 دو جہاں از فیض تو سرشار شد
 جان و دل را از خودی گزینک
 آدمی ہم بہر آدم تنگ ہست
 از خودی شد صد زبان انسان
 آدمی ماند مگر حیوان را
 لحظہ خود را بکن از خود رہا
 پیش نیرداں خوش بیا سازش را
 ہیچ کس خود را از خود بیرون نہد
 حیقت بہر آدمی کس غم نخورد
 جان ماسور دے آدم اگر
 عالمے را میشود غم عالم دگر

خود نکاہی بخود پرستی و خودی
 عقل را بگذاشتی حیوان شدی
 لے نہ ملتا شدہ چوں حرص اُن
 آدمی را ملتے دیگر بسازو
 گر رود از ماتمیں ماؤ تو
 بنجودی گردا ساس آرزو
 لے کے ہم غیر را پروانہ شو
 از غم انسان نودیوانہ شو
 ملت و ملک و وطن سنجیدہ ام
 پردہ ہائے زندگی بر چیدہ ام
 لے میالا خویش را رنگ خودی
 مشربے باید برنگ بنجودی
 کافرو مومن اگر چه دیگر اند
 ہم جمال دوست را چوں اختر اند

”بادِ تلخ“

(انتخاب غزلیات)



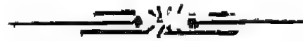
زخو شہوئے دلاؤ نیز معین الدین حسن رقص
 بہ طون گلشن لطفش چو بوئے یاسمن رقص
 خوشا وقتے نہ ہے بختے کہ در ذوق وصال
 چو خاک پاک پائے دوست درد و دمن رقص
 ز فیض چشم ست اوند کفر و دیں گذشتہ ام
 ہی نازم کہ در طوف معین الدین حسن رقص
 اگرچہ اندرون من بجز خوشبوئے جاں نیست
 مگر حیراں ز مشک خود چو آہوئے حقن رقص
 انا الحق اگر ہی جرم است کرے قتل لازم شد
 بہ ذوق و شوق تعیش بے نیاز جان تن رقص
 اگر بر مرقد آئی بہ ذوق ناز و فرمانی
 غزلخوانی کناں خیزم بہ شوق اندر کفن رقص
 مرا ہم دین و ملت بود ہم جانے و ایمانے
 خرد پروردہ بودم در لطف ذوالمنن رقص

نثارِ چشمِ مست دوستِ گرازاں شود روزے
 ہمسہ عالم ز فیضِ بخود سی رقصاں شود روزے
 نقاب از چہرہ بکشائند، جلوہ عام گردانند
 خودی و خود میرستی را گم در ماں شود روزے
 بہ ذوق و شوقِ پردانہ بہ طوبی دوست خواہند
 ہی انسان بے ذوقے مگر انساں شود روزے
 سلمانی نثارش باد کو از غشت می رقصند
 برہمن اس جنیں ہم مائلِ ایماں شود روزے
 ز فیضِ چشمِ مست او بہ نقشِ پائے جاناناں
 برہمن را روا باشد اگر قرباں شود روزے
 منم سرشارِ ذوقِ او ز جان و دل گذشتہ ام
 تر او اعظہ ہی خواہم ہی ارماں شود روزے
 سر و جاں را ہنادہ ام بہ تیغِ نازِ رعنائی
 مگر جاں از پتیدن لائقِ جاںاں شود روزے

بہ من اسرارِ جانِ خویش ظاہر شد یہاں
 کہ از فیضِ نگاہِ دوست بادار و رنِ رقصم
 بہر جانب کہ می نگرم بجز او کس نمی یابم
 ز لبوئے نافہ مشکیں چو آہوئے قطنِ رقصم
 نہیہ سال بہ ذوقِ دردِ انساں گریے سوزد
 میانِ انجمن بہر فروغِ انجمنِ رقصم ؛
 ہمی دانم کہ ذوقِ دردِ انساں کا رطفاں نیست
 سراپا سوزِ غم ہستم بہ غمِ کوہکنِ رقصم
 ز امیدِ نویدِ صبحِ روشنِ زندگی روشن
 بہ تجدیدِ مذاقِ عشقِ در بیتِ الحزنِ رقصم
 مذاقِ عاشقیِ نورِ مگر روشن شود در دوزخ
 من پروائے سوزاں میانِ انجمنِ رقصم

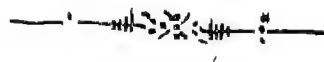
در بر جانم جمالِ روئے جانان دیدہ ام
 جانِ ایمان و اگذارم جانِ ایمان دیدہ ام
 ہر کسے از گھر ہی اندر خیالِ خویش تن
 بیچِ انسانِ رانہ ذوقِ دردِ انسانِ دیدہ ام
 ملک و ملت و اگذارم کفر و ایمانِ دردِ ہم
 در خونِ خودِ علاجِ دردِ انسانِ دیدہ ام
 مولوی و گہر و ترسا و ہیو و برہمن و
 ہر کجا بہر تماشہ شمعِ محفلِ گشتہ اند
 ہم چہ راغِ دیر را روشن تر ایمانِ دیدہ ام
 از جمالِ روئے ساقی و زنگاہِ ہر اوڑ
 ہر گھر را درِ فراقتِ چاکِ دامنِ دیدہ ام
 دین و عقبی و اگذارم طوفِ ساقیِ مہلکم
 ہر دہ عالمِ گردِ روئے دوستِ تھاں دیدہ ام

تجلی را بنفش ایند جان عالمی سوزند؛
 به جان آفرم کیس ہمیں احساں شود و نہ



حن بے ذوق تماثائی رقصاں تاکے
 عشق بے حوصلہ چاکِ گریباں تاکے
 من کہ پروانہ صفت گردِ جمالتِ رقصم
 خوگر لذتِ جان و دل وایماں تاکے
 صبحِ انساں اگر از سوزِ درونم باشد
 شعلہٴ عشق چراغِ داماں تاکے
 ملت و ملک و وطن ساقیِ لذتی خودی
 فکرِ انسان بہ اندازہٴ انساں تاکے
 اے خوشامروز کہ انساں بے انساں سوزد
 عشقِ پیچیدہ کیسوئے پریشاں تاکے
 ایں ہمہ ذوقِ وجودم بتو قرباں بادا
 عشقِ پروردہٴ مجبوری و حراماں تاکے
 اے کہ از خودِ بخرم نیست پیشِ رویت
 عقلِ خود ہیں بہ من مست نگہباں تاکے

آفرید دست و پنجه در آگه ایماں سوخت است
 اندرون دریم ہم آذر و شے ایماں دیدہ ام



منم چوں در ہو اے یارِ باشم
 جہاں سو زم پے ولد ار باشم
 ز جان و دل پے جاناں گزشتم
 کہ من ہم طالب دیدارِ باشم
 من انساں را کہ دل بگذا است
 ز فیض در و دل غمخوارِ باشم
 ہمہ سو زم رواج کفر و دیں را
 ز فیض چشم او بنخوارِ باشم
 اگر از ابر لطفش قطره بریزد
 گل خود را گلِ گلزارِ باشم
 مرا شوقیت در تکمیل هستی
 غبارِ خاک راہ یارِ باشم
 کشت و کعبہ را از ذوقِ ایمان
 ہمی دیدم کہ من بیکارِ باشم

نیست دشوار کہ دنیاے کہن را سوزم
 ذوقِ جاں ہست اگر شکوہ دوراں تاکے
 زبدمی گفت کہ انسان شود انساں روزے
 مشکلیت کہ مشکل چیں آساں تاکے
 انورِ مست کہ گردِ بتِ کافہ رقصہ
 ایں چیں برہمن شوخ مسلمان تاکے



منم بخود سر باز از رقصم ز فیض چشم او ہموار رقصم
 ہمہ قصد عشق و فرس و کرسی یہ من تنہا ہی نہ ہمار رقصم
 نہ ہے راہی کہ سوئے او مرا برد نہ شوئے بر سر ہر خار رقصم
 منم کہ اں ہوشیار از فیض سانی در یدم جہ و دستا از رقصم
 نہ دانم جان و دل تاکے تو اں یزد کہ گرد شمع روئے یار رقصم
 مگر از کیست دخواستے انا الحق ”ھو الحق“ گویم و ہمدار رقصم
 من دیوانہ در مقتول گاہم لوت قتل بر سونار رقصم
 بہ دیر و کعبہ و معن کلیا من بخود لے دیدار رقصم
 مگر رازش بہ محفل فاش گردد ز شوخی و پے لے اظہار رقصم

من الود نہ انم ر سیم دیپے
 ز مستی در پے دلدار رقصم

نگاہ گر به اندازند این سو
 نثار ز گیسویار باشم
 دریدم خرقه زهد ریائی
 گنجه کارم به استغفار باشم
 هوس دارم ز فیض لطفانی
 که من خود قیمت دیدار باشم
 اگر مسجد نه سازد بادل من
 ز رسم دیدیم بنیرار باشم
 دو عالم سوختم در ذوق مستی
 ز خود هم در ره انکار باشم
 «هو الحی» نغمه سازم قصه گیرم
 خوشا آنور اگر بر دار باشم

همه فرزائیکان دیوانه باشند
 مرا گویند که دیوانه گشتم
 ز درو، بجز و فیض لطف ساقی
 شراب عشق را بیخانه گشتم
 بر ائے دولت حسن قبولش
 جہاں را از غمش انصاف گشتم
 "هو الحی" را سرودی نغمہ افروز
 چه نوش مستانہ متانہ گشتم

زنگ اسود و بتخانہ گشتم
 بیائے ساقی مینخانہ گشتم
 نہ بودے ہر مجال خود فروشی
 یہ تیغ روئے او پروانہ گشتم
 مرا چوں بود حرص مے پرستی
 ز فیض چشم ادستانہ گشتم
 شراب چشم میگوں شوق افروود
 خرد بگذاشته دیوانہ گشتم
 چو کامم از خودی و شوار دیدم
 خودی بگذاشته پروانہ گشتم
 بہ روئے صبح خیزانش ندایم
 ز حرف بنجودی مستانہ گشتم
 دو عالم سو ختم اندر پیئے او
 یصد دیوانگی قررا نہ گشتم

کفر و دیں را چہ کنم ملت جانان خوشتر
 بیچ ایماں نہ وزیدم ہمیں ایماں خوشتر
 بسکہ خود را بفروشم بہ ہوائے لطفش
 قیمت جلوہ مگر این قدر ارزاں خوشتر
 از خودی شوقِ گلے من نہ پذیرم قسم بیچ
 بندہ غش شدم ذوقِ گلستاں خوشتر
 گرد رویش ہی رقصم کہ نثارش بادا
 جان و دل را چہ کنم جاں پے جانان خوشتر
 یادِ جانان نہ گذارد کہ کنم یا دے
 بیچ ارماں نہ پذیرم ہی ارماں خوشتر
 بیچ منت نہ پذیرم نہ مسیح مریم
 انتظارِ نظرش در در ارماں خوشتر
 چوں بگفتم کہ بہ ارماں تو سوزد جانم
 ادب فرمود کہ جاں را ہی ارماں خوشتر

چوں بیچ متاع نیست جز جانِ فگار اولی
 من رندِ خراباتم در رهینِ خمار اولی
 ده بهشتِ بهر عالم چو خاکِ کُش باشد
 از تاجِ دکلہ بر سر خاکِ مدہ یار اولی
 گر جاں پئے جانان شد سستی ہی خیزد
 ز نایبِ بہن از تسبیحِ شہار اولی
 جانان چوں ہی جستم از دیدِ حرمِ مستم
 از ساغرِ چشم او جانمِ نجسار اولی
 با وصلِ ہی سوزم در ہجرِ ہی میرم
 این دوتے کہ من دارم از صبرِ قرار اولی
 آنکس کہ انا الحق "زدبیر" شود از جا
 این راز کہ می گویند بادِ شہد و دار اولی
 گر جانِ نزارِ ما با او نرسد الف
 در یادِ عذار او گلگشتِ بہار اولی

خوش بودم بدم بیدار روئے جانان ز لیتن
 رسم و راه کفر و دیں را، پھر طوفاں ز لیتن
 از روان دید و کعبہ جاں بسوزد فراق
 این چنین تاکے سرو مار پیشیاں ز لیتن
 مسجد و دیر و کلیسا، ملت و ملک و وطن
 بسکہ دشوار است انساں را ہم انساں ز لیتن
 کس نہ اندکیں مذاق درد مند عشق چہیت
 گردِ سمع روئے جانان فارغ از جاں ز لیتن
 چوں ز دید روئے تو ہجرم لے جان چیت
 ہم در آتش مردن است اندر گشتاں ز لیتن
 کس بجز آنور نہ انداں مذاق عاشقی
 بہر جانان مردن و ہم بہر جانان ز لیتن

آنکہ ملت نہ پذیرد نہ پرستد ملکہ
 روز فردا دین عالم ہاں انسان خوشتر
 شکوہ آنروز نہ سوزد در غم جاناں کردن
 درد خوش است و بے منت در مال خوشتر

زدیرو مسجدے انکار بادا ہمہ عالم پئے دیوار بادا
 گشت دیرو مسجد را ہمہ سوز بہار او کل بے خار بادا
 ز نفیض جلوہ اش گم کردہ خویشم تار او سرود تار بادا
 ہیں زوق نہ خوئے در پذیرد ز استغفار استغفار بادا
 اتر بر خاک پایش سہزادی ولت از کفر و دیں بنیر بادا
 ہے انور کہ در ایں ذوق قصد ہمہ عالم بہ شوق یار بادا

بہ امیدے نشستہ ام بہ را ہے
 اگر تو جز حرم محرم نہ بینی و
 ز تعمیر کنشت و دیر و مسجد
 تو لے ز اہد کہ حور و قصر خواہی
 ز من عذر گنہ آخر چہ پر سی
 اگر از بخودی ایماں در بیدم
 دو عالم سو ختم خود خاک گشتم
 من آزاد گناہ و زبرد تو نہ بخ
 متاع عاشقان جز اینقدر نیست
 دلم از پرتو جانان بر افروخت
 بہ و اعظمی کس کہ دم در فتم
 بسوزم کفر و دین بر شمع رویش
 بہ شوق او دلم انور بگردید
 بہ مسکین شہسوار ایک نگاہ ہے
 پناہ ہے زیں حرم جو یم پناہ ہے
 ہمہ سادہ دلاں سازند اسے
 ثوابے ہوئی با ذوق گناہ ہے
 کرم از تو سزاوار من گناہ ہے
 نظر دارم ز تو لطف نگاہ ہے
 بہ شوق تو بہ امید نگاہ ہے
 بہ تنہا نہ شدم چون بے گناہ ہے
 ہمیں اشک و نال جاتے و لے
 بہ ہستی خودم شد اشتباہ ہے
 گنہ بدتر کہ یا عذر گناہ ہے
 مرا زید نہ ہرگز رسم و راہ ہے
 ز دیر و مسجد و ہم خانقاہ ہے

الایہا اساقی بہ مستی آر ٹھہرا
 مذاقِ خود پرستی و خودی زید بنہ و رد ہا
 من بشتہ کشتی بہ ذوقِ استمانِ خویش
 ہی نازم بہ طوفانے گزشتہ ام ز ساحل ہا
 ہماں بے رنگی نور است کز فیضِ جال او
 بہ ہر فالو من رقصید است پروانہ بہ ٹھہرا
 بہ دیر و مسجد رفتم مذاقِ درد کم دیم
 ہمہ شیخ و برہن یا فتم کم کردہ منہا
 چہیں بنجود شدہ آواز کہ بر ہر زخم می قصد
 تو آن قاتل کہ خوش بینی بہ مقتلِ رضی سبحانہ